OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

عصر حاضر میں شخصیت کی تعمیر: نفسیاتی اثرات اور اسلامی تعلیمات
Personality Development in the Modern Era: Psychological Impacts and Islamic Teachings

Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan
HOD, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus, Sialkot
Dr. Aisha Perveen
Assistant Professor, Department of Psychology, National University of Pakistan (NUP), Islamabad
Rubina
Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt. Associate College for Women Kapoorwali, Sialkot

Abstract
This article examines the personality development aspect from an Islamic perspective. Drawing on Islamic teachings and principles, it examines how morality, social interactions, and faith shape an individual's character. The article examines how virtues that align with Islamic teachings can be developed through prayer, moral behavior, and community service. By combining psychological concepts with Islamic philosophy, this article aims to offer insights into an all-encompassing approach to personality development within an Islamic framework. Some theorists contend that religion provides the most complete framework for values and that religious orientations fall under an extrinsic category.

CC BY

Keywords: Personality, Development, Integration, Morality, Ethics, Psychology, Philosophy

تمہید

تعمیر شخصیت کے موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے معاشرے، تہذیبیں اور ثقافتیں پنپتی اور سنورتی بھی ہیں اور تخریب کا بھی شکار ہوتی ہے۔ معاشرے اور تہذیبیں اوج ثریا پر بھی متمکن ہوتی ہیں اور تحت الثریٰ کی طرف تنزلی کا شکار بھی ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے تعمیر شخصیت کو انفرادی و اجتماعی ہر دو سطحوں پر موضوع بحث بنایا جاتا رہا ہے۔ کہ انسانی شخصیت کو اپنی ذات کا ادراک کر کے بہتر طریقے سے زندگی بسر کرنے کے لئے رہبری کی ضرورت ہے کیوں کہ انسان کی شخصیت کا تعین اُس کے ظاہر سے ہی فقط نہیں بلکہ باطن سے بھی ہوتا ہے یعنی بدنی قوتوں میں ترقی پانے سے صرف کمال حاصل نہیں ہو گا بلکہ انسان کی اصل معراج اُس کی باطنی قوتوں سے منسلک ہونا بھی لابدیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک انسان کے ظاہری پہلو (یعنی صورت ظاہری) کا تعلق ہے اس میں تمام انسانوں کو احسن تقویم کے احسن سانچے میں ڈھال کر پیدا فرمایا۔ لیکن انسان کی اصل پہچان اس کے باطنی تشخص اور Inward Characters سے متمیز ہوتی ہے۔ شخصیت پر اثر انداز ہونے والے اثرات میں موروثی اور ماحول کے عوامل بھی کار فرما ہیں۔ جو اُس کے ظاہر کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موروثیت شخصیت کا احاطہ کرتی ہے اور ماحول اس سے کہیں زیادہ اس پر اپنا اثر رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ روح اور اس کے اثرات ہیں جن کا تعلق انوار او تجلیات الٰہی سے ہے، جو شخصیت کو بلندیوں کی طرف اٹھاتی ہے۔ اس صورت حال میں یہ ضروری ہے، کہ شخصیت کو وراثتی اور ماحول کے تخریبی اور نقصان دہ اثرات سے محفوظ کیا جائے اور اسکے ساتھ وراثت اور ماحول کے تعمیری اور سود مند اثرات سے اسے استحکام بھی دیا جائے تاکہ اس کی بہترین تعمیر ہو سکے، جب کہ انسانی زندگی کا اصل مقصد ہی شخصیت کی تعمیر ہے۔ اس کشمکش کی صورت حال میں شخصیت ہمیشہ راہنمائی کی محتاج ہے۔ تاکہ انسان اس کائنات میں زندگی کی نعمت سے بھر پور مستفید ہو سکے۔ انسان کو راہنمائی والدین کے ذریعے سے، تعلیمی درس گاہوں سے، سماجی روابط سے اور اپنے عملی تجربات و مشاہدات سے، نیز خود انسانی شخصیت میں یعنی انسانی فطرت سے ملتی ہے جس سے وہ اپنی مرضی (چاہت) کے تحت فائدہ پا سکتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود انسان کو ہر طرح کی غلامی سے آزادی پانے کے لیے اور عقل و دانش سے مستفید ہونے تحقیقاتی سرگرمیوں سے نتائج اخذ کرنے اور سائنسی دریافتوں اور ایجادات (Scientific Inquiries and Inventions) کے ذریعہ سے ترقی کی منزل کو پانے کے لیے راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ان تمام تر ذرائع اختیار کرنے کے باوجود انسان کی شخصیت میں سقم بہر حال موجود رہتا ہے، اس سقم کو ختم کرنے اور شخصیت کی تعمیر کو حتمی راہنمائی مہیا کرنے کا بہترین ذریعہ انبیاء اکرام ہیں۔ تمام انبیاء کی تعلیمات کا مقصد ہی تعمیر شخصیت ہے اور انسانی زندگی کو معاشرتی طور پر بسر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق راہنمائی کرنا ہے کیوں کہ انسانی شخصیت اس کائنات میں بے مقصد نہیں بلکہ با مقصد ہے اور انسان کا کائنات کے ساتھ بڑا ہی گہرا تعلق ہے۔

الہامی تعلیمات کا آخری ذریعہ قرآن مجید ہی ہے۔ راہنمائی کے طور پر اپنی اصلی حالت میں قرآن مجید موجود ہے جو تمام انسانوں کے لیے علم کا سرچشمہ اور ہدایت کا منبع ہے۔ یہ وہی راہنمائی کا سلسلہ ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئی۔

مرکزیہء شخصیت

در حقیقت انسان اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ جس کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعہ تعلیم دے کر انسانی شخصیت کی تعمیر کی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں تعمیر شخصیت میں تخریب ان تعلیمات سے دوری اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ جس سے معاشرے میں امن وسکون ختم ہو رہا ہے اور انسان بے چینی اور ذہنی تناؤ کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں تعمیر شخصیت کا عمل بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اس جدید دور میں نئی نسل الہامی تعلیمات سے استفادہ کرنے کے بجائے ذہنی مرعوبیت کے تحت اغیار کی روش اختیار کر کے اپنے مقصد زندگی کو فراموش کر چکی ہے، جس سے لوگوں کی سماجی زندگی پر بہت گہرے اثرات واقع ہوئے ہیں اور آج کا انسان جو گلوبل ویلج کا تصور اختیار کیے ہوئے ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اپنے آپ سے دور واقع ہوا ہے۔ شخصیت کے بارے میں عملی طور پر مختلف مفکرین، جو اپنے شعبہ میں مہارت رکھتے ہیں، انہوں نے تعمیر شخصیت کے متعلق اپنے مختلف اور مختلف فیہ نظریات پیش کیے ہیں۔ محققین کا تعمیر شخصیت کے حوالے سے مختلف الرائے ہونا عمومی طور پر شخصیت کی اقسام کے اعتبار سے ہے اور خصوصی طور پر یہ اختلاف الرائے مذہبی اعتبار سے ہے، مزید برآں شخصیت کے حوالے سے ہر مضمون کا اپنا تجزیاتی و تحقیقی ہونا بھی مختلف نتائج کا پیش خیمہ ہے اس اعتبار سے تعمیر شخصیت کے متعلق مختلف آراء کا پایا جانا فطری ہے۔ مزید یہ کہ انفرادی طور پر لفظ شخصیت کو غیر تجزیاتی بیان کیا گیا ہے، جس کے باعث تعمیر شخصیت کا موضوع تشنہ رہ گیا ہے۔ تعمیر شخصیت ایک غیر تجزیاتی مرکزی قوت (Central Force) ہے، جس کو ہر شخص اپنی بساط کے مطابق عمل میں لاتا ہے۔ مزید برآں ہر شخصیت کے متعلق نکلنے والے مطالب مختلف ہوتے ہیں اس لیے مخصوص طور پر اس کا اطلاق ایک خاص شخص پر مشکل ہوتا ہے۔ عمومی طور پر تعمیر شخصیت کے حوالے سے مختلف اصول کی تعیین کی جاسکتی ہے، جس سے خصوصی طور پر اس کا اطلاق ہر دوسرے فرد پر یا خاص وعام پر نہیں کیا جاسکتا۔ اس ضمن میں ہر علم کا تعمیر شخصیت کے متعلق دوسرے علوم کے ساتھ مطابقت رکھنا ضروری نہیں ہے، جیسے علم نفسیات، جس میں شخصیت کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، ان مختلف نظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ شخصیت بذات خود ذات کی عکاسی کرتی ہے یا بذات خود ذات ہے، جس کو الہیاتی تصور میں خودی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں شخصیت خودی کا نام ہے یا خودی پہچاننے کا نام ہے اور تعمیر شخصیت الہیاتی تصور کی بحث میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی شناسائی کا ذریعہ ہے۔

تعمیر شخصیت اور مختلف فلاسفہ کی آراء

تعمیر شخصیت کے متعلق کئی ایک فلاسفہ نے بحث کی ہے، اس ضمن میں ممتاز مسلم سکالرز اور مفکرین میں الکندی، الرازی، الفارابی، ابن سینا، ابن رشد اور ابن عربی کے نام سرفہرست ہیں جنہوں نے شخصیت کو موضوع بحث بنایا لیکن ان مفکرین اور محققین میں سرفہرست امام الغزالی ہیں، جو بغیر کسی شبہ کے علم الکلام اور فلسفہ کے ماہر مانے جاتے ہیں، انہوں نے شخصیت کو بالخصوص اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے اور اسے ایمانیات اور فلاسفی کی اصل قرار دیا ہے۔ امام الغزالی رحمتہ اللہ علیہ نے عمومی طور پر نفسیات اسلامکے حوالہ سے بحث کی ہے، جسمیں وہ شخصیت کو نظریاتی ڈھانچہ قرار دیتے ہیں اور اسے انسانی شخصیت کو چار حوالوں سے متشکل کرتے ہیں. آپ کے نزدیک انسانی شخصیت کے وہ حوالے درج ذیل ہیں۔

1. قلب
2. روح
3. نفس
4. عقل

اور اسی ڈھانچہ کو وہ نفسیاتی روحانی قرار دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے شخصیت کا لفظ اپنی شکل وصورت کے لحاظ سے جاذب نظر اور بڑی ہی دل کش نوعیت رکھتا ہے اور معنی کے طور پر عام لفظ گردانا جاتا ہے، جو فرد کا دوسرے فرد یا افراد کے درمیان قائم باہمی رابطے اور تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ لفظ شخصیت کی اصلی ماہیت کا ادراک اور اس کی تعریف انتہائی مشکل ہے، کیوں کہ شخصیت ظاہر و باطن کی آئینہ دار اور اس میں پائی جانے والی خوبیوں اور خامیوں کا اظہار کرتی ہے۔ انگریزی زبان میں شخصیت کے لیے لفظ پرسنلیٹی(Personality)استعمال ہوا ہے، جو لاطینی زبان کے لفظ پرسونا (PER-SONA) سے لیا گیا ہے۔ (Encyclopædia britannica., , Sep 01, 1999)[1] اس ضمن میں اس کے معنی " نقاب " کے ہیں، جو ماسک (mask)کا مترادف ہے۔ شخصیت سے مراد انسانی کردار کا وہ عکس ہے، جو لوگوں کے سامنے ہوتا ہے لیکن شخصیت اپنے اندر بڑی جامعیت رکھتی ہے۔ شخصیت میں بے شمار اوصاف اور خوبیاں موجود ہوتی ہیں جن کی بنا پر شخصیت ساری زندگی کی دینی و جسمانی خوبیوں کا نچوڑ ہوتی ہے اور افعال و کردار ادا کرتی ہے۔ جو شخصیت کی پہچان بن جاتے ہیں جب انھیں بار بار دہرایا جاتا ہے۔ تو عادت کے طور پر شخصیت کا حصہ اور شناخت ٹھہرتے ہیں اور یہی اوصاف فرد کی شخصیت کا بطور تعارف دوسرے افراد کی نظر میں مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ فرائڈ (SIGMUND FREUD) کے نزدیک بھی کسی حد تک شخصیت کی تعریف جامع انداز میں یوں ملتی ہے: شخصیت کی بنیاد شعور و لاشعور پر ہے۔ "(Freud, 1989)[2] ہر شخصیت اپنے اندر مختلف طرح کی حس رکھتی ہے جو فطری ہوتی ہے اور فطرت ہی نے شخصیت کو شعور اور لاشعور کی صلاحیتیں عطا کی ہوتی ہیں جن کی بنا پر وہ اپنی شناخت دوسروں کی نظر میں پیدا کر لیتی ہے۔(RAYMOND BERNARD CATTELL)نے شخصیت کی تعریف بڑے جامع الفاظ میں یوں کی ہے۔ شخصیت میں سترہ ہزار سے زائد اوصاف موجود ہیں تاہم تمام افراد میں یہ اوصاف یکساں طور پر نمایاں نہیں ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر شخص دوسرے شخص سے مختلف ہوتا ہے۔ "(Cattell, 1977)[3]

امام الغزالی کا نظریہء تعمیر شخصیت

شخصیت مختلف اوصاف کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ اوصاف معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن یہ اوصاف برابری کے اعتبار سے اتنے زیادہ واضح نہیں ہوتے جس کی بنا پر ہر شخص ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور وہ دوسروں سے مختلف دیکھائی دیتا ہے۔ ان اوصاف کو مزید دو طرح سے بیان کیا جاتا ہے جو اچھے اوصاف ہیں ان کو محمود کہتے ہیں اور جو برے اوصاف ہیں ان کو مذموم کہتے ہیں۔ اچھے اوصاف سے شخصیت میں اچھائی پیدا ہوتی ہے جو تعمیر شخصیت میں معاون ہوتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شخصیت کے متعلق بڑے مدلل انداز میں یوں فرمایا ہے:

انسانی شخصیت جسمانی اور روحانی قوتوں کا مجموعہ ہے، انسان کا مقصد ذات کی تلاش ہے۔ "(الغزالی)[4]

ان الفاظ کے مطابق انسان کے اندر روحانی اور جسمانی قوتیں کار فرما ہیں، یہی قوتیں انسان کو ایک تعارف دیتی ہیں۔ وہ ان کی بنا پر اپنی ذات کا ادراک کرتا ہے اور اپنی زندگی کا مقصد پانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جس سے انسان کی شخصیت متشکل ہوتی ہے۔ اگر انسان میں بہیمی قوت غالب آجائے تو وہ شخصیت تخریب کا شکار ہو جاتی ہے جس سے معاشرہ کی تخریب منتج ہوتی ہے اور اگر ملکی قوت غالب آجائے تو وہ شخصیت معاشرہ کی خوب صورتی کا ذریعہ بنتی ہے۔ شخصیت کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

" اعمال کے ذریعے سے نفسانی ملکات کا ظہور اور بیان ہوتا ہے یہ اعمال ان کے لیے بمنزلہ دوام کے ہیں۔ "(دہلوی)[5]

فرد کی شخصیت مسلسل اکتساب یعنی سیکھنے کے عمل کی مرہون منت ہوتی ہے، جو زندہ وفعال کردار ادا کرتی ہے، اپنے اندر بذریعہ عمل نکھار اور حسن لاتی ہے اور اپنے وجود کو برقرار رکھتی ہے، لیکن میلانات، رجحانات اور محرکات کی وجہ سے اس کے اندر اتار چڑھاؤ کی کیفیت پیدا ہوتی رہتی ہے، جس سے عمل کے طریقوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر تعلیم و تعلم کے مواقع اور تجربات ومشاہدات کے انتظامات کے ذریعہ سے علم و عمل اور صحبت سے شخصیت کی حیثیتوں اور جہتوں کی عکاسی ہوتی ہے۔ اچھی صحبت اور بُری صحبت کی وضاحت اس شعر میں بڑے عمدہ انداز میں کی گئی ہے۔

صحبت طالع ترا طالع کنند

صحبت صالح ترا صالح کنند (حسین)[6]

اچھی صحبت اور بُری صحبت کے اثرات فرد کی شخصیت پر پڑنا ایک فطری عمل ہے۔ اس بات کی وضاحت درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔عن ابي موسى قال: قال رسول الله الله : "مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريحاً طيبة ونافخ الكبير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد منه ريحاً خبيثة "(البخاری,۲۰۰۸ء)[7]مفہوم "نیک آدمی کے پاس بیٹھنا، عطر والے کے پاس بیٹھنے جیسا ہے اور بُرے آدمی کے پاس بیٹھنا ایسے ہے جیسے لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنا ہے، پہلی صورت میں اگر وہ عطر والے سے عطر نہیں خرید تا پھر بھی خوشبو مفت میں مل جائے گی اور دوسری صورت میں لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے سے اگر کوئی سروکار نہیں تو پھر بھی چنگاریاں اور دھواں اس کے دامن میں پڑ جائیں گے۔" اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شخصیت کی تعمیر کیسے کی جائے؟ اس ضمن میں چند امور بجالانا انتہائی ضروری ہیں: تعمیر شخصیت مقصد حیات ہے، کیوں کہ اجتماعی نظام میں ہر شخص کو پھلنے پھولنے اور آگے بڑھنے کے پورے پورے مواقع ملتے ہیں۔ ان مواقع کو اختیار کر کے ہی فلاح اور کامیابی کو پایا جا سکتا ہے۔ اگر تعمیر شخصیت کا عمل سست روی یا رکاوٹوں کا شکار ہو جائے تو پھر کامل شخصیت پنہاں ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کی ترقی رک جاتی ہے جس کا بڑا نقصان خود فرد کی اپنی ذات کو پہنچتا ہے کہ وہ پستی کا شکار ہو جاتا ہے، اُس کی ساری زندگی بربادی کا نوحہ، پشیمانی یوں الاپتی ہے یعنی فریاد کرتی ہے:"لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ الصَّلِحِينَ"(القرآن، المنافقون،۶۳:۱۰)[8] ترجمہ:"اے رب کیوں ڈھیل نہ دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں" اس آیت مبارکہ میں انسانی شخصیت کی اس حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی غفلت میں گزری ہوئی زندگی کا کس انداز میں اظہار افسوس کرے گا کہ میں نے زندگی کے قیمتی لمحات کس طرح بسر کیے اور ان کی قدر کیوں نہ کی؟ اس لئے وہ اب اور مہلت کی درخواست کی التجا کرے گا۔ جب انسان اپنی زندگی کی قدر نہیں کرتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو کھو دیتا ہے اور اپنی ذات کی پہچان نہیں کر پاتا۔ یعنی اس طرح وہ اپنی ذات کا ادراک نہیں کر پاتا۔ جیسا کہ ینگ (Jung) نے بڑے جامع انداز میں یوں فرمایا

ہے: شخصیت تحمیل حیات کا پکا ہوا پھل ہے۔"(Gustav.Jung, 2014)[9] انسانی جسم شخصیت کا حصہ ضرور ہے، لیکن یہ بذات خود مکمل شخصیت نہیں بلکہ یہ شخصیت کا ظاہری وجود ہے۔ اصل انسان اس سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے جسم میں طاقت کے علاوہ جذبات، احساسات اور خیالات موجود ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے "برف کے تودے "کو ذہن میں لائیے، کہ اس کا ظاہر و باطن کن کن کیفیات سے عبارت ہوتا ہے۔ اس کے باہر ٹھنڈک اور اندر گرمائش ہوتی ہے۔ فرد کو اپنی فطری استعداد اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھ کر دھوکے اور دکھلاوے سے بچنا چاہیے اور اپنی

ذات کا صحیح ادراک پا کر تعمیر شخصیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے منزل کو پانا چاہیے۔ شخصیت اعمال صالحہ کو اپنا کے ہی اپنے آپ کو بہترین راہ کی جانب گامزن کر کے بھلائی پا سکتی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔
قُوا أَنْفُسَكُمْ (القرآن، التحریم، 6:66)[10] ترجمہ: "بچاؤ اپنی جان کو۔"
فرد کو چاہیے کہ مردانہ وار اپنے حق کی خاطر جائز اور پوری کوشش کو بروئے کار لا کر اپنا بوجھ خود اٹھائے اور ہر چیز کی قیمت ادا کرنے کے لیے کمربستہ رہے۔ اس طرح وہ اپنی شخصیت کو خود دار بنا کر دوسرے افراد کی نظر میں اچھا مرتبہ اور مقام حاصل کر سکتا ہے اس سے نہ صرف اسے اپنے مقصد حیات میں کامیابی حاصل ہو گی بلکہ وہ دوسروں پر بوجھ ثابت نہیں ہو گا۔ جس سے معاشرہ میں بہتری اور ترقی کا رجحان پیدا ہو گا۔ اس کی وضاحت اس آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (القرآن، البقرہ ۲:۲۸۶)[11] ترجمہ: "اس نے جو نیکی کمائی اس کے لئے اس کا اجر ہے اور اس نے جو گناہ کمایا اس پر اس کا عذاب ہے۔" بری صحبت شخصیت کی تعمیر میں بہت بڑی سد راہ ہے جو شخصیت کو اندھیروں کی جانب دھکیل دیتی ہے، جس سے کبھی بھی صراط مستقیم کی راہ نہیں ملتی اور خاص طور پر فرد اپنی ذات کو نہیں پہچان سکتا۔ جیسا کہ وہ فرد جو علم والوں کی صحبت اختیار نہیں کرتا وہ تاریکی کی جانب چلا جاتا ہے اور یہ تاریکی اس کی اپنی ذات کو بھی تاریک کر دیتی ہے کیوں کہ ماحول کا اثر شخصیت پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ جس کی وضاحت ماہرین نفسیات نے یوں کی ہے: ماحول کا اثر وراثت سے کہیں زیادہ ہے۔ جس کی مزید وضاحت ان الفاظ سے ہوتی ہے:

انسانی فطرت پر اثر انداز ہونے والی چیز انسان کے ارد گرد کا ماحول ہے۔" (عزمی)[12]

اپنی ذات کے شعور کو بہتر بنانے اور اسے جلا بخشنے کے لیے قوت ارادی کو مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ سونے سے قبل دن بھر کے اعمال کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس ضمن میں قوت ارادی اُس وقت تک مضبوط نہیں ہو پاتی جب تک کہ ہر ہر نفسیاتی خواہش پر قابو نہ پایا جائے۔ کیونکہ خواہشات نفس ایسی چیز ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی اور اس کی کوئی انتہا بھی نہیں۔ کوئی فرد ایسا نہیں جس کی خواہش باقی نہ ہو خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے بہت بڑا اقتدار والا ہو، دولت والا ہو یا ملک کا سربراہ ہو یعنی حکومت والا ہو۔ شخصیت انسانی میں نفس وہ قوت ہے جو اسے کسی کام کے کرنے کی طرف ترغیب دلاتی ہے۔ جس کی وجہ سے نفس دنیا میں پائی جانے والی لذتوں کا خوگر ہو جاتا ہے۔ اسے جس کام میں لطف ملتا ہے وہ اسی کی طرف لپکتا ہے۔ یہ اس کی جبلت میں ہے کہ وہ فرد کو ایسے کاموں میں لگانے کی کوشش کرتا ہے جس سے اسے لذت ملے نفس کا کام ہی یہی ہے کہ وہ انسان کے دل میں خواہشات پر عمل کرنے کا تقاضا ابھارتا رہتا ہے۔

تعمیر شخصیت کے لیے اندرنی اور بیرونی کردار اور رویے

تعمیر شخصیت تربیت کی محتاج ہے۔ تربیت کے بغیر کبھی بھی یہ ممکن نہیں، بلکہ اس کا تصور کرنا محال ہے۔ یوں سمجھئے کہ تعمیر شخصیت اور تربیت شخصیت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت جتنی بھی افرادی قوت تیار ہو رہی ہے، سب کو تربیت دی جاتی ہے، تب جا کر افراد مہارت پا کر مستقبل میں قوم و ملک کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس کام کے لیے دنیا میں مدارس، سکول، کالج، یونیورسٹیاں اور دیگر تربیتی ادارے کام کر رہے ہیں اور اربوں کے حساب سے افراد تعلیم و تربیت کے کام سے وابستہ ہیں۔ جن میں ہر ہر شعبے کے لحاظ سے اساتذہ کرام اور طلبہ تعلیم و تربیت پا رہے ہیں۔ تعلیم و تربیت کا عمل تعمیر شخصیت میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ کردار کا انطباق (مطابقت) شخصیت پر بہت زیادہ ہوتا ہے اور شخصیت کے معیار اور حیثیت میں انسان اور حیوان دونوں برابری کا درجہ رکھتے ہیں۔ جس طرح شکل و صورت انسان کو عطا کی گئی ایسے ہی حیوانات (بہائم) اور چرند و پرند کو بھی دی گئی ہے اس کو بیرونی رویے (Outward Behavior) کہتے ہیں۔ جس میں انسان ہونے کے

ناطے کوئی تخصیص نہیں۔ کیوں کہ یہ صورت اللہ تعالیٰ نے ان کو احسن تقویم کے تحت عطا کی ہے۔ اس کی وضاحت ارشاد ربانی سے ملتی ہے۔فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ) القرآن، المؤمنون، ۲۳ :۱۴([13] ترجمہ: پھر اللہ نے (اسے) بڑھا(کر محکم وجود بنا) دیا جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے o انسان خالق کائنات کی تمام تر تخلیقات میں سے ایک بہترین شاہکار ہے جس میں روحانی مراتب کو پانے کے لیے روحانی قوت رکھی گئی ہے۔ جسمانی قوت ہر جانور کو اس کی تخلیقی حیثیت کے مطابق دی گئی ہے۔ لیکن روحانی قوت کے اعتبار سے وہ جدا ہے۔ انسان کو باقی بہائم سے متمتیز ہی روحانی اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اگر یہ داعیہ ختم ہو جائے تو انسان کے اندر بہیمائی خاصیت جانوروں سے بھی اوپر چلی جائیں گی۔ اسی لیے شخصیت جو دونوں قوتوں کا مجموعہ ہے ہر لحاظ مکمل دکھائی دیتی ہے۔ یوں دونوں قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں، ان کی وجہ سے انسان کو بہترین شکل دی گئی ہے کہ اگر انسان چاہے تو نیکی اور بھلائی کے کام کر کے فرشتوں سے بہتر مقام پا سکتا ہے۔ کوئی اور مخلوق اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس کے کامل ہونے کی جھلک بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کی سعی میں اور وقوف عرفات میں، مزدلفہ اور منیٰ میں نظر آتی ہے۔ یہ وہ حالتیں ہیں کہ اگر کوئی دوسرا انسان بھی ان لمحات میں ان لوگوں کی صحبت اختیار کر لے تو وہ بھی انسانی کمالات یعنی اپنی شخصیت کو اعلیٰ ترین مقام پر فائز کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اچھے لوگوں کی صحبت سے اچھے اعمال کی ترغیب ملتی ہے جو انسانی شخصیت کی تربیت میں رکھی گئی ہے کہ انسان کے اندر جو بھلائی کا جذبہ پایا جاتا ہے، اپنے اس جذبے کے تحت بُرائی کو دبا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو دوسری مخلوقات سے افضل قرار دیا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں سے وصف دے کر تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ خوب صورت اور حسین بنایا ہے۔لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ)القرآن، التین، (4:15[14] ترجمہ: "بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے" o اس میں ہر انسان برابری کی حیثیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ عام انسان ہے یا خاص، پڑھا لکھا یا ان پڑھ سب برابر ہیں۔ لیکن بیرونی رویے (Outward Behavior) میں جو چیز انسان کو امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے وہ ہے اندرونی رویے (Inward Behavior)، اور کردار (Character) ہے انسان کی شخصیت (Personality) کردار (Character) سے ہی متمیز اور بہتر کی جا سکتی ہے اور اس کے اوپر اسلامی تعلیمات زیادہ زور دیتی ہیں، قرآن و حدیث کا مرکز و محور یہی ہے۔ مختلف فلاسفہ اور متکلمین نے اس ضمن میں مختلف ابحاث پیش کی ہیں۔ کوئی سیرت (کردار) کو اخلاقیات کی بحث میں لے کر آتا ہے اور کوئی تعمیر شخصیت کی بحث میں لے کر آتا ہے۔

شخصیت کی اندرونی اور بیرونی جہتیں اور نفسیاتی اثرات

شخصیت کی اندرونی اور بیرونی جہتوں کو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ خَلق اور خُلق سے بیان کرتے ہیں۔ خَلق میں تمام اللہ تعالیٰ کی مخلوق برابر ہے لیکن ان کے نزدیک خُلق کی تمیز انسان کے متعلق ہے اور پھر آگے جا کر ان کی تقسیم کرتے ہیں۔ ایک کو اچھے اوصاف میں اور ایک کو برے اوصاف کے تحت بیان کرتے ہیں۔ بُرے اوصاف میں اخلاق مذمومہ آ جاتے ہیں جن کو افعال کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح اخلاق مذمومہ کو صالحین کی صحبت سے بھی بہتر کیا جا سکتا ہے۔ انسان جب اس کائنات میں قدم رکھتا ہے تو اُس وقت وہ فطری طور پر خداداد صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے، لیکن ضعیف و ناتواں ہونے کی وجہ سے اُسے قوت اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے وہ اپنے اندر موجود صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کر سکے اور معاشرے کا مفید شہری بن کر زندگی بسر کرے۔ نتیجتاً زندگی کی اس منزل کو پانے کی خاطر راستے کی تمام ناہمواریوں اور رکاوٹوں کو عبور کرنے کا ڈھنگ سیکھنا ضروری ہے۔ تعمیر شخصیت کے دوران ہر فرد کی شخصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام قسم کے نامساعد حالات اور مشکلات سے بچ کر اپنی ذات کی تکمیل اس صورت میں کی جاتی ہے، کہ انسان کو معراج حاصل ہو جائے۔

تعمیر شخصیت کا عمل اس لیے بھی ضروری ہے کہ جس طرح ایک بیج پودے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے، اور اس وقت اسے پروان چڑھانے کے لیے پانی، روشنی اور ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اُسے وقتاً فوقتاً گوڈی (زمین نرم کرنا)، دیکھ بھال اور ماحول کی سختیوں اور پرندوں، چرندوں کی تباہی سے بچانا ہوتا ہے، ایسے ہی ایک فرد کی شخصیت کو پروان چڑھانے کے لیے ہر طرح کی معصیت سے اور برے ماحول سے بچانا بہت ضروری ہوتا ہے، یہی عمل شخصیت کی تعمیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں فکر و عمل کا تسلسل، خوب سے خوب تر کی تلاش، خود اعتمادی اور مضبوط قوت ارادی کار فرما رہتی ہے، جس سے شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ فرد کی شخصیت کا بہتر طور پر اظہار اسی صورت ممکن ہے، جب وہ اپنی نفسیاتی خواہشات پر قابو پالیتا ہے۔ حالاں کہ نفسانی خواہشات کا حال تو یہ ہوتا ہے اگر ان کی مان لی جائے یا ان کے پیچھے چلا جائے تو پھر بھی انسان کو قرار نہیں آئے گا یعنی کبھی بھی نفس کی یہ حالت نہیں ہو گی کہ وہ یہ کہہ دے مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی، میری ساری خواہشیں پوری ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ساری زندگی انسان کی خواہشات پوری نہیں ہو سکتی چاہے نفس کی ہر بات کو مان لیا جائے۔ لیکن اس صورت میں اسے نفس امارہ پر قابو پانا بہت ضروری ہے۔ اور نفس لوامہ سے نفس مطمئنہ کی منزل پا کر ہمیشہ کے لیے جاودانی و کامرانی سے ہمکنار ہونا ہے۔ اس کے لیے شخصیت کی تعمیر بہت زیادہ ضروری ہے اور حد درجہ مفید بھی۔ اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں یوں ملتی ہے:

> "اپنی شخصیت کے اصل معمار ہم خود ہیں اور ہمیں اپنی اصلاح کے لیے سب سے بڑھ کر اپنی مدد کی ضرورت ہے۔" (صدیقی)[15]

انسانی زندگی میں بچپن کو بڑی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے اس لیے دیکھا جاتا ہے کہ یہی وہ مرحلہ، زندگی ہے، اگر اس میں ہی بہتر تعلیم و تربیت مل جائے تو فرد کی شخصیت بہتر طور پر نمایاں ہو سکتی ہے۔ جوں جوں بچہ بڑھتا ہے وہ اپنے آپ اور دوسرے افراد کے درمیان فرق کرنے لگ جاتا ہے۔ اپنے ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذات کی تسکین چاہتا ہے۔ اس کے لیے خود کو "میں" کے لفظ سے پکارنا شروع کر دیتا ہے اور اپنے وجود کو الگ حیثیت دینے لگ جاتا ہے۔ اس طرح نفس میں "انا" کا ظہور درجہ بدرجہ ہوتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں فرد کی "انا" شخصیت کے نظام میں ظاہر یعنی نمودار ہوتی ہے جو وحدت کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور یہی وحدت شخصیت کے لیے پہچان بن جاتی ہے، اور اس کی ترجمان ٹھہرتی ہے۔ اسی "انا" کے ارد گرد فرد کے تجربے اور مشاہدے ہوتے ہیں جن کو تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے شخصیت کی تعمیر ضروری ہے، تاکہ تصور ذات کے گوشے روشن ہو سکیں اور تصورات کے معیارات، حقیقت کے امکانات شر و رفتن سے محفوظ ہو سکیں۔ تعمیر شخصیت کے لیے خود کو پہچاننا ضروری ہے۔ جسے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خودی سے تعبیر کیا ہے۔ خودی، اُردو زبان کا لفظ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں بکثرت ملتا ہے۔ جس کے معنی برداشت کرنا کے ہیں۔ سید قاسم محمود نے ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے الفاظ کو اپنی کتاب پیام اقبال میں خودی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "اقبال کی حکمت میں خودی سے مراد وہ شعور ہے، جو خود شناس اور خود آگاہ ہو اور اپنی ذات اور اپنے مقاصد کا احساس یا شعور رکھتا ہو۔" (محمود، 1977)[16] خودی سے مراد اپنی ذات کا ادراک کرنا، مقاصد زندگی کا حصول ممکن بنانے کے لیے ہر رکاوٹ اور پریشانی کا مقابلہ جواں مردی سے کرنا ہے۔ خودی ایک روشنی ہے، جو فرد کی ذات میں نورانیت پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر لمحہ، ہر آن فرد کسی نہ کسی عمل کرنے پر اکسایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کے من میں لحاتی طور پر ارادے بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اپنے ارادوں کو صحیح رخ دینے کا نام خودی ہے۔ اس لیے علامہ نے خودی پر اپنے فلسفے کی بنیاد رکھی ہے اور شعری انداز میں خودی کو حیات ابدی یعنی ہمیشہ رہنے والی زندگی سے تعبیر کیا ہے۔

زند گانی ہے صدف، قطرہ نسیاں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ موت سے بھی مر نہ سکے! (اقبال،۱۹۷۷ء)[17]

اس لحاظ سے خودی کا اک بامقصد تصور معلوم ہوتا ہے جس کی خاطر فرد اپنی پوری قوت کو عمل میں لا کر مقصد کو پاتے ہوئے راستے میں پائی جانے والی تمام تر رکاوٹوں اور مخالف قوتوں کو خاطر میں نہ لا کر مطمئن دیکھائی دیتا ہے۔ جس سے انسانی شخصیت اپنی تعمیر کی معراج پاتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر کے سلسلہ میں مختلف ماہرین نفسیات اور فلاسفہ نے اپنے اپنے نکتہ نگاہ کو بیان کیا ہے لیکن ان سب میں اختلاف رائے موجود ہے۔ غیر مسلم مفکرین نے صرف انسان کی جسمانی ضروریات کو مد نظر رکھ کر شخصیت کی خصوصیات کو بیان کر کے تعمیر شخصیت کے ضمن میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور اس طرح سے فرد کے معاشرے میں کردار ادا کرنے اور ماحول سے مطابقت پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔ جب کہ مسلم مفکرین نے انسانی شخصیت کی جسمانی اور روحانی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے، معاشرے میں ماحول سے مطابقت پیدا کر کے ایک مؤثر کردار ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ جس سے انسانی شخصیت کی تعمیر بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ ان کے نزدیک شخصیت خودی کا نام ہے۔ اس کے برعکس کیٹل (CATTELL) نے بھی شخصیت کی حقیقت کو کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے کہ شخصیت میں ستر ہزار سے زائد اوصاف موجود ہیں۔ یہ بات تو حقیقت کے قریب ہے۔ لیکن یہاں پر انہیں بتایا گیا کہ وہ اوصاف کسی طرح کے ہیں اور ان کی کارکردگی کیا ہے؟ مزید یہ کہ وہ شخصیت پر کس طرح کے اثرات مرتب کرتے ہیں؟ اور تعمیر شخصیت کیوں ضروری ہے؟

خلاصۂ بحث

تعمیر شخصیت فقط انسان کی ظاہری صورت کو بہتر کرنے سے متعلق ہی نہیں بلکہ اس کی اصل تعمیر باطنی رویوں پر منحصر ہے۔ باطنی روتوں کو جلا انسان بیرونی عوامل یعنی اپنے روابط اور تجربات کی روشنی میں بھی کر سکتا ہے اور اندرونی رویوں (Inward Behaviors) سے بھی کر سکتا ہے۔ بیرونی رویوں سے انسان اپنے ظاہری کردار کو خوب صورت ہیئت دے سکتا ہے اور اندرونی رویوں سے انسان اپنے باطن کو خوب صورت بنا سکتا ہے۔ جب یہ دونوں خوب صورت رویے ملتے ہیں تو اس سے انسان کو مرکزی قوت حاصل ہوتی ہے جس سے انسان حقیقت شناسی کی طرف سفر کرتا ہے اور حقیقت شناسی ہی انسان کا مقصود ہے۔ یہ حقیقت شناسی فقط انسان کو خَلقاً حاصل نہیں ہو سکتی جب تک انسان خُلقاً کمال حاصل نہ کرے۔ خلقاً انسان کو ملکہ عقلیہ ملتی ہے جو اسے خیر و شر میں تمیز سکھاتی ہے۔ اس ملکہ سے یعنی ملکہ عقلیہ سے انسان کو حیوان سے ممیز کیا گیا لیکن پھر بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر مکمل نہیں ہو سکتی اور کہیں بھی فساد کا پہلو واقع ہو سکتا ہے۔ اس فساد کے خاتمے کے لیے اصلاح ضروری ہے۔ جس کو فقہا نے "صلاح القلب" کا نام دیا ہے اور جسے قرآن حکیم میں سورۃ ہود کی آیت نمبر ۸۸ اور ۱۱۷ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ترجمہ: "میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک ہو سکے۔" وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ترجمہ: اور تیرا رب ہرگز نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔"

مذکورہ بالا دونوں آیات قرآنی میں بالترتیب الاصلاح اور مصلحون کا ذکر ہے۔ جس سے اسلامی عقائد میں اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔ جس کے ذریعے شخصیت کی تعمیر مثبت پہلو ہو سکتی ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اصلاحی تحریکوں نے بھی جنم لیا تا کہ فرد

اور معاشرہ کی تعمیر ہو سکے۔ کچھ نے فقط ظاہری پہلو کو سامنے رکھا اور کچھ نے ظاہری و باطنی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر فرد اور معاشرہ کی تعمیر میں کردار ادا کیا۔ کیوں کہ انسان کی شخصیت میں کچھ ایسے لازمے ہیں جو اُس کی تعمیر میں رکاوٹ بن سکتے ہیں جیسا کہ ناشکراپن (36:،7:10،45)، جھگڑالو (18:54)، بے صبرا (70:19-21)، جلد باز (96:6-14) وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے تعمیر شخصیت کے لیے حقیقت کی شناسائی ضروری ٹھہری، جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ مزید برآں علامہ اقبال اور فخر الدین رازی نے خودی اور نفس انسانی کو بنیاد بنا کر یہ بات ثابت کی ہے کہ تمام انسان اپنی ظاہری تخلیق کے اعتبار سے تو یکساں ہیں۔ لیکن انسانی شخصیت پر اس کی خودی و نفس کا بڑا عمل دخل ہے۔ اس کے لیے اعمال صالحہ کو اختیار کرنا اور ہر طرح کی معصیت کو ترک کرنا انتہائی ضروری ہے۔ تیسرا اور چوتھا نظریہ فرائڈ اور ژونگ کا ہے۔ ان کے نظریے میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جو بات فرائڈ نے کی ہے، اسی بات کو ژونگ نے تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ بیان کر کے فرائڈ کے نظریے کی نفی کی ہے۔ یہ دونوں نظریے شخصیت کے متعلق بحث تو کرتے ہیں۔ لیکن ان سے کوئی موزوں ترین طریقہ جو تعمیر شخصیت میں معاون ہو تسلی بخش نہیں ہے۔

حوالاجات

[1]Britannica, Encyclopaedia. Encyclopædia britannica,.Sep 01, 1999

[2] Freud, Sigmund. "The ego and the id (1923)." TACD Journal 17, no. 1 (1989): 5-22.

[3] Cattell, Raymond B., The scientific analysis of personality and motivation. Academic Press, 1977.

[4] غزالی، ابو حامد محمد، امام احیاء العلوم، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ج۳ ص۱۷

[5] دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کتب خانہ اسلام اردو بازار لاہور، ص ۴۳

[6] قاضی سجاد حسین، مولانا، (مترجم) دیوان حافظ، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور

[7] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابی عبد اللہ، امام، صحیح بخاری، الطاف اینڈ سنز کراتشی پاکستان، ۲۰۰۸ء، الجز الثانی، کتاب الذبائح والصید، ص ۱۵۸۰، ح ۵۵۳۴

[8] القرآن، المنافقون، ۶۳:۱۰

[9] Jung, Carl Gustav. The development of personality. Routledge, 2014

[10] القرآن، التحریم، 2:26

[11] القرآن، البقرہ ۲۰:۲۸۶

[12] عزمی، اختر حسین، ڈاکٹر، فطرت انسانی اور دعوت و تربیت، قومی پریس ۵۰ لوئر مال لاہور، ص ۱۰

[13] القرآن، المؤمنون، ۲۳:۱۳

[14] القرآن، التین، ۱۵:۴

[15] نعیم صدیقی، اپنی اصلاح آپ، الفصیل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ص ۸

[16] سید قاسم محمود، پیام اقبال، شرکت پریس لاہور، 1977ء، ص 31

[17] محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۱